سوال

(146) بیعتین فی بیعه

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

امام ترمذی نے کتاب البیوع میں جو تفسیر امام شافعی کی بیعتین فی بیعه لکھی ہے اور فرمایا : وَہذَا یُفَارِقُ عَنْ بَیْعٍ بِغَیْرِ ثَمَنٍ مَعْلُومٍ ، وَلَایَدْرِي کُلُّ وَاحِدٍ مِنْھُمَا عَلَی مَا وَقَعَتْ عَلَیْہِ صَفْقَتُہُ اس کا مطلب واضح الفاظ میں بیان کریں یہ تفارق بغیر ثمن معلوم کیسے ہوا؟ جبکہ آپس میں فریقیں بشرط ذکر ثمن ایجاب وقبول کرتے ہیں۔ غور کر کے توجیہ وجیہ بیان کریں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

بیعتین فی بیعۃ کی پانچ صورتیں ہیں جن کو ابن رشد نے بدایہ (153/2) میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔ ان میں امام ترمذی نے دو تفسیر ذکر کی ہے اور غالباً یہ دونوں تفسیریں امام شافعی کی بیان کردہ ہیں۔ اگرچہ امام ترمذی نے پہلی تفسیر ان کی طرف منسوب نہیں کی ہے۔

جو لوگ ان دونوں صورتوں کو ناجائز کہتے ہیں ان کے نزدیک منع اور عدم جواز کی ایک علت جہالت ثمن بھی ہے غیر مالک فانہ عللہ بسند الذریعۃ الموجبۃ للربا۔ اور بعض کے نزدیک عدم رضا بھی ہے لیکن یہ علت دوسری تفسیر کے ساتھ مخصوص ہے۔ بہرحال ہذا تفارق بغیر ثمن معلم الخ دونوں صورتوں کے عدم جواز کی علت ہے۔

پہلی صورت میں تفارق بغیر ثمن معلوم یعنی: ثمن کا غیر معین اور مجہول ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ پہلی تفسیر کا ماحصل اور اصل مقصود یہ ہے کہ بائع نے مشتری سے یہ کہا کہ: کپڑا نقد دس روپئے میں اور ادھار بیس میں منے تمہارے ہاتھ فروخت کردیا اور مشتری نے صرف یہ کہ: میں خریدلیا یہ تعین نہیں کی کہ میں نے ادھار خریدا یا نقد خریدا بلکہ بغیر ادھار یا نقد کی تعیین کیئے ہوئے صرف اشتریت ثوبک ہذا کہہ کر الگ ہوگیا۔ ظاہر ہے کہ بائع کو کچھ پتہ اور خبر نہیں کہ قیمت کپڑے کے دس روپئے مشتری کے ذمہ واجب الادا ہوئی یا بیس وہ کس قدر کا مستحق ومالک ہو کہ اس کا مشتری سے مطالبہ کرے۔ اسی طرح مشتری کو بھی معلوم نہیں کہ اس کے ذمہ کون سی رقم واجب الادا ہے؟ غرض یہ ثمن معین معلوم نہیں ہوئی بلکہ مجہول اور غیر معلوم رہی۔ ہاں اگر مشتری نے قبول میں کہہ دیا کہ میں نے ادھار خریدا یا یہ کہا کہ نقد خریدا تو یہ تفارق عن بیع ثمن معلوم ومعین ہوا اور ثمن مجہول وغیر معلوم نہیں رہی اس لیے جائز ہوگی۔
اس پہلی صورت میں خطابی فرماتے ہیں: فہذا لایجوز لأنہ لایدري أیہما الثمن الذي یختارہ منہما فیقع بہ العقد وإذا جہل الثمن بطل العقد قال: وأما اذا باتہ العقدین فی مجلس العقد فھو صحیح لاخلاف فیہ وماسواہ لغو لااعتبار بہ انتہی (معالم السنن 97/5)

وَلِأَنَّ الثَّمَنَ مَجْھُولٌ فَلَمْ یَصِحَّ کَالْبَیْعِ بِالرَّقْمِ الْمَجْھُولِ وَلِأَنَّ أَحَدَ الْعِوَضَیْنِ غَیْرُ مُعَیَّنٍ وَلَا مَعْلُومٍ فَلَمْ یَصِحَّ کَمَا لَوْقَالَ بِعْتُکَ أَحَدَ عَبِیدِي وَقَدْ رُوِيَ عَنْ طَاوُسٍ وَالْحَکَمِ وَحَمَّادٍ أَنَّھُمْ قَالُوا لَا بَأْسَ أَنْ یَقُولَ أَبِیعُکَ بِالنَّقْدِ بِکَذَا وَبِالنَّسِیئَۃِ بِکَذَا فَیَذْھَبُ عَلَی أَحَدِھِمَا وَہذَا مَحْمُولٌ عَلَی أَنَّہُ جَرَی بَیْنَھُمَا بَعْدَمَا یَجْرِي فِي الْعَقْدِ فَکَأَنَّ الْمُشْتَرِيَ قَالَ أَنَا آخُذُہُ بِالنَّسِیئَۃِ بِکَذَا فَقَالَ: خُذْہُ أَوْ قَدْ رَضِیتُ وَنَحْوُ ذٰلِکَ فَیَکُونُ عَقْدًا کَافِیًا الخ

وقال ابن رشد : وَہَذَا عِنْدَ مَالِکٍ ہُوَ الْمَانِعُ، فَعِلَّةُ امْتِنَاعِ ہَذَا الْوَجْہِ الثَّالِثِ عِنْدَ الشَّافِعِيِّ، وَأَبِي حَنِيفَةَ مِنْ جِہَةِ جَہْلِ الثَّمَنِ، فَہُوَ عِنْدَہُمَا مِنْ بُيُوعِ الْغَرَرِ الَّتِي نُہِيَ عَنْہَا; وَعِلَّةُ امْتِنَاعِہِ (بداية المجتهد 184/2)

دوسری صورت میں بھی (باوجود فریقین کے بشرط ثمن ایجاب وقبول کرنے کے) تفارق بغیر ثمن معلوم و متحقق اورثابت ہے اوریہ دو حیثیت سے

اول : یہ کہ بائع نےاپنے مکان کی ثمن صرف الف مثلاقرادری بلکہ اس کے ساتھ مشتری پر یہ شرط لگاکرکہ تم اپناغلام الف میں مثلامیرے ہاتھ فروخت کرواپنے مکان کی ثمن دوچیزوں کامجموعہ قراددیادیا ایک الف۔ اوردوسری مشتری کااپنے غلام کوالف میں بائع کے ہاتں فروخت کرناظاہر ہے کہ غلام فروخت کرنے کی شرط کاایفاء مشتری کے ذمہ لازم نہیں ہے۔اس طرح ثمن کاایک حصہ ثمن کایعنی الف چوں کہ بائع صرف اس مقدار راضی نہیں ہوگا بلکہ اور کاطالب ہوگا جوغیر متعین ہے اس لئے ثمن غیر معلوم اور مجہول ہوئی ونیز اس صورت میں مثمون کابھی مجہول ہونالازم آتا ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں : ، وَلِأَنَّہُ يُؤَدِّي إِلَى جَہَالَةِ الثَّمَنِ لِأَنَّ الْوَفَاءَ بِبَيْعِ الْجَارِيَةِ لَايَجِبُ، وَقَدْ جَعَلَہُ مِنَ الثَّمَنِ، وَلَيْسَ لَہُ قِيمَةٌ فَہُوَ شَرْطٌ لَايَلْزَمُ، وَإِذَا لَمْ يَلْزَمْ ذَلِکَ بَطَلَ بَعْضُ الثَّمَنِ فَيَصِيرُ مَا بَقِيَ مِنَ الْمَبْلَغِ فِي مُقَابَلَةِ الثَّانِي مَجْہُولًا (رَوَاہُ مَالِکٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ.

وقال الخطابي : فهذا أيضاً فاسد لأنه جعل ثمن العبد عشرين ديناراً وشرط عليه أن يبيعه جاريته بعشرة دنانير، وذلک لايلزمه وإذالم يلزمه سقط بعض الثمن وإذا سقط بعضه صار الباقي مجهولا (معالم السنن 87/5)

وقال ابن قدامة : وَلِأَنَّ الْعَقْدَ لَايَجِبُ بِالشَّرْطِ لِکَوْنِہِ لَايَثْبُتُ فِي الذِّمَّةِ فَيَسْقُطُ فَيُفْسِدُ الْعَقْدَ لِأَنَّ الْبَائِعَ لَمْ يَرْضَ بِہِ إِلَّا بِذَلِکَ الشَّرْطِ فَإِذَا فَاتَ فَاتَ الرِّضَا بِہِ، انتهى (المغنى 333/2)

اس دوسری تفسیر کے مطابق دوسری حیثیت سے جہاں ثمن یوں محقق ہے کہ :اگربائع اورمشتری الگ الگ معاملہ کرتےاپنےاپنے مبیع یعنی : مکان اورغلام لونڈی یالونڈی کااورایک ساتھ بطریق مذکورہ مبیع نہ کرتے تویقینا بائع اپنے مکان کوصرف ایک الف میں اسی طرح مشتری اپنی لونڈی یا غلام کو محض ایک الف میں فروخت نہیں کرتا بلکہ اس کہیں ریادہ قیمت وصول کرتاجوغیر معلوم ہے صورت اجتماع میں اصل قیمت سے کم پردونوں راضی ہوگئے ہیں محض اس لئے کہ بائع مکان کوعمدہ غلام کم قیمت پر مل رہاہے اور مشتری کواچھا مکان کم داموں مل رہاہے۔اس طرح بائع کوغلام یالونڈی کانفس الامردام (ثمن) اورمشتری کومکان کی واقعی قیمت معلوم نہیں ہوئی مجہول رہی۔

ابن رشدبدایہ 153/2 میں لکھتے ہیں :

فَنَصَّ الشَّافِعِيُّ عَلَى أَنَّہُ لَايَجُوزُ، لِأَنَّ الثَّمَنَ فِي کِلَيْہِمَا يَکُونُ مَجْہُولًا، لِأَنَّہُ لَوْ أَفْرَدَ الْمَبِيعَيْنِ لَمْ يَتَّفِقَا فِي کُلِّ وَاحِدٍ مِنْہُمَا عَلَى الثَّمَنِ الَّذِي اتَّفَقَا عَلَيْہِ فِي الْمَبِيعَيْنِ فِي عَقْدٍ وَاحِدٍ وَأَصْلُ الشَّافِعِيِّ فِي رَدِّ بَيْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ إِنَّمَا ہُوَ جَہْلُ الثَّمَنِ، أَوِ الْمَثْمُونِ انتهى

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 2۔کتاب البیوع

صفحہ نمبر 320